© rasailojaraid.com

مولانا شمس تبریز خان

مولانا محمد قاسم نانوتویؒ
کا
نظریۂ تعلیم

اسلام میں دین اور دنیا کی کوئی تفریق نہیں۔ نہ اس میں ترک دنیا اور رہبانیت کی گنجائش ہے۔ حدیث کے بموجب دنیا آخرت کی کھیتی اور میدانِ عمل ہے۔ نیک نیتی و احتساب کے ذریعے دنیا کا ہر عمل آخرت کا عمل بن جاتا ہے۔ اسلام کی جامع ہمہ گیر تعلیمات بھی انسان کی پوری انفرادی و اجتماعی زندگی۔ اقتصادیات و سیاسیات، اخلاق و روحانیت اور تمدن و ثقافت کا احاطہ کرتی ہیں۔ اور ایک معقول و مدلل نظریۂ حیات کے ساتھ ایک مکمل و مستقل تہذیب اور نظام حیات بھی پیش کرتی ہیں جس کے نتیجے میں صحابہ کرامؓ کی مختصر مگر منتخب جماعت نے اپنے وقت کی دو بڑی عالمی طاقتوں (روم اور ایران) کو فکری و عملی دونوں محاذوں پہ شکست فاش دی۔ اور ان کے آمرانہ اور جابرانہ نظام سے انسانوں کو آزاد کر دیا اس کے ساتھ ہی دنیا کے ایک بڑے حصے میں اسلام کے آزادانہ نظام کے تحت ایک خدا ترس و باضمیر روشن دماغ اور عالی ظرف انسان دوست اور انسانیت نواز جمہوری و فلاحی تہذیب و معاشرت قائم کی۔

اسلام فکر و فلسفہ سے زیادہ ایک صالح تہذیب و ثقافت اور صحت مند نظام حکومت اور طرزِ حیات ہے اس لئے عہدِ نبویؐ ہی سے مسلمانوں کا نصاب تعلیم ان کا نظامِ زندگی بھی رہا ہے۔ اس وجہ سے مسجد نبویؐ تمام علمی و عملی سرگرمیوں کا ایسا مرکز ہے جہاں سیاست و روحانیت مدرسہ و خانقاہ، اخلاقی تربیت اور فوجی تیاری ایک ساتھ نظر آتی ہے۔

رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مراحل زندگی میں صفّہ کی درسگاہ بھی ہے اور شعب ابی طالب کی اسارت گاہ بھی غارِ حرا کی خلوت بھی اور کوہِ صفا کی جلوت۔ مکّے سے ہجرت و دعوت بھی ہے اور جزیرۃ العرب کی خلافت و حکومت بھی مسجد نبویؐ کی خانقاہ و تربیت گاہ بھی ہے اور بدر و احد کی رزمگاہ بھی۔

غرض یہاں فکر و نظر، عقل و وجدان۔ علم و عمل۔ اخلاق اور روحانیت اور دین و دنیا کا ایسا معتدل و متوازن، خوشگوار اور دل کشا اجتماع نظر آتا ہے جو سیرت نبویؐ ہی کا حصہ ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مسلمانوں کے نظام علم وعمل میں جب تک ربط وتوازن باقی رہا اس وقت تک وہ عروج و ترقی کی منزلیں طے کرتے رہے۔ اور جب کتاب وسنت کی حیات آفریں تعلیمات سے ان کا رشتہ کمزور ہوگیا تو ان کا زوال و انحطاط بھی شروع ہوگیا

اسباب زوال امت میں سے ایک بڑا سبب دین ودنیا کی تفریق اور ترک دنیا و رہبانیت کے اثرات بھی ہیں جو دنیا بیزار مسیحیت اور ایران وعجم سے ہماری صفوں میں داخل ہوگئے جس کے نتیجے میں وہ اعتدال و توازن ختم ہو گیا جو ایک صالح وصحت مند اور عالمگیر معاشرے کے لئے ضروری ہے۔ اس عدم توازن کے سبب یورپ کی طرح مسلم معاشرے میں بھی ایک طویل عرصے تک دین وحکومت کی علیحدگی سے خطرناک نتائج سامنے آتے رہے اور اس علیحدگی کے سبب دونوں قوتیں کمزور پڑ تی گئیں۔ اور ان مثبت ومنفی لہروں کی جدائی سے اسلام کی برقی رو اور قوت وحرارت ختم ہوگئی۔ اور امت علماء، مشائخ اور سلاطین کے تین حصوں اور متعدد فرقوں میں بٹ گئی۔

ماضی قریب تک عالم اسلام اور ہندوستانی مسلمانوں کے نظام تعلیم کی وحدانیت وجامعیت کے سبب (جس میں ایک عالمگیر اور ترقی پذیر معاشرے کی جملہ ضروریات کا لحاظ رکھا جاتا تھا) اسلامی مدارس سے ہمہ گیر صلاحیتوں کے افراد تیار ہوکر نکلتے تھے۔ اور ان کی شخصیت پر اسلامی جامعیت وانفرادیت کی چھاپ لگی ہوتی ہے۔ انہی مدرسوں سے علماء ربانی بھی نکلتے تھے اور رعایا پرور عدل گستر حکام وسلاطین بھی۔ صوفیہ باصفا بھی اور مختلف شعبوں کے ماہرین بھی، اہل قلم بھی اور صاحب طبل وعلم بھی۔ غرض آدم گری اور مردم سازی کے ان کارخانوں سے ہر شعبہ زندگی کو سنبھالنے والے باصلاحیت افراد معاشرے کو بکثرت فراہم ہوتے تھے۔

مسلمانوں نے اپنے دور عروج میں غیر مسلموں کو جہاں اپنی تہذیب وتمدن سے متاثر کیا وہیں انہیں اپنے عظیم علمی وثقافتی کارناموں سے مسحور بھی کر دیا۔ وہ تقریباً ایک ہزار سال تک ایک عالمگیر تحریک کے قائد وعلمبردار رہے اور انسانی علوم وفنون کی ہر شاخ میں انہوں نے اپنی عبقریت وذہانت کے نئے نئے غنچہ وگل کھلائے۔ انہوں نے یونان وایشیا کے ثقافتی سرمایے کو عربی اور اسلامی زبانوں میں منتقل کیا۔ اور اس پر مفید وگراں قدر اضافوں کے بعد اسے عرب وافریقہ، سسلی اور اسپین کی جامعات کے ذریعہ یورپ تک پہنچا دیا۔

یورپی نشاۃ ثانیہ کی اہم شخصیت راجر بیکن (م ۱۲۹۴ء) جس نے سائنس کو تجربی طریقہ دیا۔ وہ جامعہ قرطبہ کا طالب علم تھا۔ مگر افسوس کہ مسلمانوں کی خانہ جنگی اور روح جہاد واجتہاد کے فقدان کے سبب ان کے ہاتھوں سے سیاسی قیادت کے ساتھ علمی وثقافتی امامت وسیاست بھی نکل گئی۔ اور یورپ نے ان علوم کو مادی دنیاوی اور سائنس کو غیر انسانی اور غیر اخلاقی رنگ دے دیا ہے۔ اور مسلمانوں سے حاصل ہوتے علوم وفنون کو خود ان کے خلاف استعمال کرنا شروع کر دیا۔ صلیبی جنگوں، ترکوں کی فتوحات، قومی اور مذہبی اختلافات اور اپنے توسیع پسندانہ رجحانات کے سبب مغربی طاقتوں نے مسلمانوں کو سسلی اور اسپین سے بے دخل کرنے کے بعد تقریباً سارے عالم کو اپنے ہمہ گیر استحصال کا نشانہ بنانا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

شروع کیا جس کی بدترین مثال ۱۸۵۷ء میں برصغیر پاک وہند کے مسلمانوں کے خلاف ان کا جوش انتقام تھا جس کے سبب برصغیر کے مسلمان ایک طویل عرصہ تک اپنا سیاسی وثقافتی وجود کھو بیٹھے۔ ان کا دینی و ملی مستقبل خطرے میں پڑ گیا اور ان پر عرصہ حیات تنگ ہوگیا۔ اس بربریت و بہیمیت کی غم انگیز داستان غالب کے خطوط، شعراء کے شہر آشوب اور پاک وہند کی تاریخوں میں پڑھی جاسکتی ہیں۔ اس المیے کا سب سے دردناک پہلو یہ تھا کہ فاتح برطانوی حکومت کے جذبہ انتقام کا رخ زیادہ تر مسلمانوں کی طرف تھا۔ اور وہ انہیں مذہب وثقافت سے الگ کرکے اپنے رنگ میں جذب کرلینا چاہتی تھی اس مقصد کے حصول کے لیے ایک طرف سینکڑوں مدارس بند کئے گئے اور ان کی جگہ مشن اسکول کھولے گئے اور پورے برصغیر میں سرکاری سرپرستی میں جارحانہ طور پر عیسائیت کی تبلیغ ہونے لگی۔

اس شکست خوردگی کے ماحول میں جب اس ملک میں اسلام اور مسلمان اپنے زوال وانحطاط کے آخری نقطے پر پہنچ گئے۔ اور دور دور تک ان کا مستقبل تاریک نظر آرہا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے چند نفوس قدسیہ کو بروقت خبردار کیا اور وہ شاملی کے میدان جہاد سے چل کر دیوبند کے میدان جہاد میں آگئے۔ اور اپنی ایمانی فراست وبصیرت سے "دارالعلوم دیوبند" کی صورت میں ایک ایسے اسلامی مرکز کی تعمیر میں لگ گئے جس کے پروگرام میں اسلام کی سربلندی اور مسلمانوں کی بقاء وترقی کی پوری ضمانت موجود تھی۔

دارالعلوم دیوبند اسلامیت کا ایک ناقابل تسخیر قلعہ، مسلمانوں کا سرچشمہ طاقت اور وہ مرکز توانائی بن کر ابھر رہا تھا۔ اس کے ساتھ برصغیر کے مسلمانوں کی تقدیر۔ ان کی نئی شیرازہ بندی اور نشاۃ ثانیہ وابستہ تھی۔ اس کے مخلص بانیوں کے افکار واعمال، ان کے بلند عزائم اور ہمہ گیر دینی وسیاسی، ثقافتی ومعاشرتی مقاصد کو سامنے رکھیں تو یہ تاریخی حقیقت سمجھ میں آتی ہے کہ دیوبند میں قائم ہونے والا یہ مدرسہ عربی دراصل احیاء دین وملت کی ایک جامع اور ہمہ گیر تحریک تھی جس کا رشتہ حضرت سید احمد شہید ومولانا اسمٰعیل شہید اور شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی تحریک سے جا ملتا ہے۔

۱- حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ (م ۱۳۱۷ھ) نے مکہ معظمہ میں قیام دارالعلوم کی خبر مسرت سن کر فرمایا۔

"خبر نہیں کہ کتنی پیشانیاں اوقات سحر میں سربسجود ہو کر گڑگڑاتی رہیں کہ اے خداوند ہندوستان میں بقائے اسلام اور تحفظ علم کا کوئی ذریعہ پیدا کر۔ یہ مدرسہ انہی کی سحر گاہی دعاؤں کا ثمرہ ہے۔"

۲- خود حجۃ الاسلام حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۹۷ھ) نے اصول ہشت گانہ کے ساتھ یہ تاکید بھی کی کہ۔

" اس دارالعلوم کا تعلق عام مسلمانوں سے زائد سے زائد ہو تاکہ یہ تعلق خود بخود مسلمانوں میں ایک نظم پیدا کرے جو ان کو اسلام اور مسلمانوں کی اصل شکل پر قائم رکھنے پر معین ہو۔"

۳- حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحب دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ (۱۳۳۹ھ) دارالعلوم کے جامع اور ہمہ گیر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نصب العین کے بارے میں فرماتے ہیں :-

"حضرت الاستاذ (حضرت نانوتوی) نے اس مدرسہ کو درس و تدریس اور تعلیم و تعلم کے لئے قائم کیا تھا ؛ مدرسہ میرے سامنے قائم ہوا جہاں تک میں جانتا ہوں ، ۱۸۵۷ء کے جہاد کی ناکامی کے بعد یہ ادارہ قائم کیا گیا کہ کوئی ایسا مرکز قائم کیا جائے جس کے زیر اثر مسلمانوں کو تیار کیا جائے تاکہ ۱۸۵۷ء کی ناکامی کی تلافی کی جائے۔"

۴- حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب مرحوم فرماتے ہیں :-

" وقت کے یہ اولیاء اللہ ایک جگہ جمع ہوئے اور اس بارے میں اپنی اپنی قلبی واردات کا تذکرہ کیا۔ جو اس پر مجتمع تھیں کہ اس وقت بقائے دین کی صورت بجز اس کے اور کچھ نہیں کہ دینی تعلیم کے ذریعے مسلمانانِ ہند کی حفاظت کی جائے اور تعلیم و تربیت کے ذریعے سے ان کے دل و دماغ کی تعمیر کر کے ان کی بقا کا سامان کیا جائے۔ جس میں علوم نبویہ پڑھائے جائیں اور ان ہی کے مطابق مسلمانوں کی دینی، معاشرتی اور تمدنی زندگی اسلامی ڈھانچوں میں ڈھالی جائے جس سے ایک طرف تو مسلمانوں کی داخلی اور دوسری طرف خارجی مدافعت ۔ نیز مسلمانوں میں صحیح اسلامی تعلیمات بھی پھیلیں اور ایماندارانہ سیاسی شعور بھی بیدار ہو۔"

جہاں تک مسلمانوں کے علوم دینیہ اور علوم اسلامیہ عصریہ کے جامع و وحدانی نظام تعلیم کا سوال ہے وہ اب ان کے لئے ایک چیلنج بن گیا ہے۔

دینی و دنیوی نظام تعلیم کی علیحدگی سے سارا عالم اسلام علماء اور تعلیم یافتہ طبقوں کے درمیان بٹ گیا ہے اور قدیم و جدید مشرقیت و مغربیت کی کشمکش نے مسلمانوں کو بری طرح متاثر کیا۔ اور ان کے سیاسی و ثقافتی زوال و انحطاط کی راہ ہموار کی۔ انہیں بڑی طاقتوں کا دست نگر بنایا ہے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اسلامی نشاۃ ثانیہ اور صالح انقلاب کے لئے دشواریاں پیدا کر دی ہیں۔ اس لئے ضرورت ہے کہ مسلم ماہرینِ تعلیم اور مفکرینِ اسلامی نظامِ تعلیم کی وحدت و جامعیت کو بحال کرنے کی طرف فوری توجہ فرمائیں اور ایک خود کفیل اور ہمہ گیر اسلامی نصاب تیار کریں جو طلبہ میں صحیح اسلامی شعور، ذوقِ عمل اور اسلام کو ہر محاذ پر سربلند کرنے کا ناقابلِ تسخیر عزم و جذبہ پیدا کرے۔

دارالعلوم کے قیام تک حضرت نانوتویؒ کے ذہن میں یہ مسئلہ بہت صاف تھا اور وہ دینی علوم کا علوم جدیدہ سے ربط چاہتے تھے۔ اس لئے انہوں نے دارالعلوم کا چھ سالہ مختصر نصاب بنایا تھا اور اس میں فلسفہ کی صرف ایک کتاب رکھی تھی۔ وہ دینیات سے فراغت کے بعد علومِ جدید کی تحصیل کے قائل تھے۔ چنانچہ حضرت نانوتوی نے فرمایا تھا۔

" در باب تحصیل یہ طریقہ خاص تجویز کیا گیا اور علومِ جدیدہ کو کیوں شامل نہ کیا گیا ؛ منجملہ دیگر اسباب

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بڑا سبب اس بات کا تو یہ ہے کہ تربیت عام ہو یا خاص اس پہلو کا لحاظ چاہیے جس طرف سے ہو ان کے کمال میں رخنہ پڑتا ہو سو بالعقل پر روشن ہے کہ آج کل تعلیم علوم جدیدہ بوجہ کثرت مدارس سرکاری اس ترقی پر ہے کہ علوم قدیمہ کو سلاطین زمانہ سابق میں بھی یہ ترقی ہوئی ہوگی۔ ہاں علوم نقلیہ کا یہ تنزل ہے کہ ایسا تنزل کبھی کسی کارخانہ میں نہ ہوا ہوگا۔ ایسے وقت میں رعایا کو مدارس علوم جدیدہ کا بنانا تحصیل حاصل نظر آتا ہے۔ اور صرف بجانب علوم نقلی اور نیز ان کی طرف جن سے استعداد علوم مروجہ اور استعداد علوم جدیدہ یقیناً حاصل ہوتی ہے، ضروری سمجھا گیا۔ دوسرے یہ کہ زمانہ واحد میں علوم کثیرہ کی تحصیل سب علوم کے حق میں باعث نقصان استعداد ثابت ہوتی ہے، اس کے (یعنی دارالعلوم سے فراغت کے بعد) طلبائے مدرسہ ہذا مدارس سرکاری میں جاکر علوم جدیدہ کو حاصل کریں تو ان کے کمال میں یہ بات زیادہ مؤید ہوگی۔"

✱✱✱✱✱✱✱✱✱✱✱✱✱

بقیہ سائنس کا خالق اسلام۔ از صفحہ ۵۳

سکے۔ انہوں نے بیک وقت مغرب سے بھی نفرت کی اور مغربی علوم سے بھی۔ یہی وہ غلطی ہے جس نے دور جدید میں مسلمانوں کو سائنس میں پیچھے کر دیا۔ مسلم رہنماؤں نے ایک لمحہ کی غلطی کی مگر اس کا نتیجہ مسلم قوم کو صدیوں کی شکل میں بھگتنا پڑا۔

یک لحظہ غافل گشتم و صد سالہ راہم دور شد

زندگی میں سب سے زیادہ اہمیت شعور کی ہوتی ہے۔ جیسا کہ اوپر عرض کیا گیا۔ مسلمانوں نے جب صلیبی جنگوں میں مغربی اقوام پر فتح حاصل کی تو وہ فتح کے جوش میں مبتلا ہو گئے۔ اس جوش نے انہیں سائنس کی تحقیق سے غافل کر دیا اس کے بعد موجودہ زمانہ میں یہی واقعہ ایک اور شکل میں پیش آیا۔ مسلمان مغربی قوموں کے مقابلہ میں مفتوح ہوئے تو ان کے اندر مغربی اقوام کے خلاف نفرت جاگ اٹھی۔ وہ نفرت کی نفسیات میں مبتلا ہو کر مغربی سائنس کی طرف سے بے رغبت ہو گئے۔ مسلمان اپنی بے شعوری کے نتیجہ میں فاتح کی حیثیت سے بھی نقصان میں رہے اور مفتوح کی حیثیت سے بھی۔

دفاع امام ابوحنیفہؒ

تصنیف، مولانا عبدالقیوم حقانی

صفحات ۳۷۶، قیمت مجلد ۵۷، غیر مجلد ۴۵ روپے

جس میں امام اعظم ابوحنیفہؒ کی سیرت و سوانح، علمی و تحقیقی کارنامے، تدوین فقہ، قانونی کونسل کی سرگرمیاں، دلچسپ مناظرے، حجیت اجماع و قیاس پر اعتراضات کے جوابات، دلچسپ واقعات، نظریہ انقلاب و سیاست، فقہ حنفی کی قانونی حیثیت، جامعیت، تقلید و اجتہاد کے علاوہ قدیم و جدید اہم موضوعات پر سیر حاصل تبصرے۔

مؤتمر المصنفین — دارالعلوم حقانیہ — اکوڑہ خٹک — پشاور

© rasailojaraid.com